حیلہ شرعیہ کی حدود اور حیثیت

ڈاکٹر سید باچا آغا☆

ABSTRACT

Islam is complete and comprehensive Deen/faith. Islam has brought many facilities (leniency) for the muslims. Islam does not want any muslim to suffer during any activity. in this way Heela (excuse) is a method through wich a men gets to his objects/aims avoiding the hinderances. According to Imam abo Hanifa Heela is Lawful to avoid the unlawful/wrong things and to reach the Lawful things(Halal things), or avoids to be participant in a heinous acts. while doing a Heela to refute the right of somebody or to prove any wrong things or to use Heela for an unlawful to use it as a right thing. to use Heela for improment of any wrong as truth, then it is unlawful and wrong. it is therefore disscused in detail on the subject above. therefore I have tried to discuss the limits and status (essence) of Heela.

☆ اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج، کوئٹہ۔

حیلہ شرعیہ کی حدود اور حیثیت

ڈاکٹر سید باچا آغا☆

حیلہ کی تعریف:

لفظ حیلہ واحد اور اس کی جمع حیل ہے، جیسے کہ عبرۃ کی جمع ''عبر'' ہے اور حکمۃ کی جمع ''حکم'' ہے۔ الحیلۃ جمع حیل، تصرف کی قوت، ہوشیاری، دور بینی کو کہا جاتا ہے۔ الحیل جمع احیال وحیول قوت اور الحیلۃ کی معنیٰ ہے کہ:

القدرة على التصرف فى الاشغال۔ (۱)

ترجمہ: کاموں میں تصرف کی قوت۔

سعدی ابوحبیب، القاموس الفقہی میں لکھتے ہیں کہ:

الحيلة: الحذق، وجودة النظر، والقدرة على دقة التصرف فى الامور۔ (۲)

ترجمہ: حیلہ مہارت، ژرف نگاہی اور امور میں باریک بینی پر قدرت کا نام ہے۔

الجرجانی، کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں کہ:

الحيلة: اسم من الاحتيال۔ وهى التى تحول المرء عما يكره الىٰ ما يحبه۔ (۳)

ترجمہ: الحیلہ، نام ہے حیلہ کرنے کا اور حیلہ وہ ہے جو آدمی کو پھیرتا ہے اس کام سے جو اسے ناپسند ہو اس کام کی طرف جسے وہ پسند کرتا ہے۔

اسی طرح نصر الباری میں درج ہے کہ:

وهى ما يتوصل به الى المقصود بطريق خفى۔ (۴)

ترجمہ: حیلہ اس خفیہ طریقہ کار کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو حاصل کیا جائے۔

علامہ حمویؒ حیلہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الحيل جمع حيلة وهى الحذق فى تدبير الامور وهى تقليب الفكر حتى يهتدى الى المقصود، واصلها الواو، واحتال طلب الحيلة كذا فى المصباح۔ (۵)

ترجمہ: ''حیل'' جمع ہے ''حیلۃ'' کی، اس کا معنی ہے کام کو انجام دینے میں مہارت سے کام لینا، یعنی سوچ بدلنا تاکہ امر مقصود تک رسائی ہو، اصل میں ''احتول'' تھا۔ ''احتال'' کا معنی ہے حیلہ طلب کرنا۔ ''المصباح'' میں بھی یہی معنی کیا گیا ہے۔

امام شاطبیؒ نے حیلہ کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے کہ:

تقديم عمل ظاهر الجواز لابطال حكم شرعى وتحويله فى الظاهر الىٰ حكم آخر، فمآل العمل فيها حزم قواعد الشريعة فى الواقع، كالواهب ماله عند رأس الحول فراراً من الزكاة فان اصل الهبة على الجواز، ولو منع الزكاة من غير هبة لكان ممنوعاً، فان كل واحد منهما ظاهر امره فى المصلحة او المفسدة، فاذا جمع بينهما علىٰ هذا القصد صار مآل الهبة المنع من اداء الزكاة وهو مفسدة، ولكن هذا بشرط القصد الى ابطال الاحكام الشرعية۔ (٦)

ترجمہ: کسی شرعی حکم کو باطل کرنے کے لئے کسی ایسے عمل کو جو ظاہری طور پر جائز ہو مقدم کرنا اور ظاہر میں اس کو کسی دوسرے حکم کی طرف پھیر دینے کو حیلہ کہتے ہیں، اس عمل کو مقدم کرنے کا نتیجہ فی الحقیقت شرعی قواعد کو توڑنا ہے، جیسے کوئی شخص زکوٰۃ سے بچنے کے لئے سال کے آخر میں اپنا مال کسی دوسرے شخص کو ھبہ کر دے۔ شریعت میں اصولی طور پر ھبہ کرنا جائز ہے۔ اگر مال کو بغیر ھبہ کئے ہوئے زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہو تو یہ اس کے لئے ناجائز وممنوع تھا، اب ان دونوں کاموں میں سے ظاہری طور پر ایک میں (یعنی ھبہ میں) مصلحت ہے اور دوسرے (یعنی زکوٰۃ نہ دینے میں) مفسدہ، جب اس نے اس مقصد کے لئے ان دونوں کو جمع کیا تو اس ھبہ کا نتیجہ زکوٰۃ کو روکنا ہوا اور یہ مفسدہ ہے، لیکن یہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس کا مقصد شرعی احکام کو باطل کرنا ہو۔

حیل شرعی کے اقسام:

علامہ ابن قیمؒ نے حیلہ کی بنیادی طور دو اقسام بیان کی ہیں، حیل محرمہ اور حیل مباح، وہ لکھتے ہیں کہ:

حيل محرمه: فهذه ثلاثة اقسام، احدها ان تكون الحيلة محرمة ويقصد بها المحرم۔ الثانى ان تكون مباحة فى نفسها ويقصد بها المحرم فيصير حراماً، الثالث ان تكون الطريق لم توضع للافضاء الى المحرم وانما وضعت مفضية الى المشروع۔ حيل مباح: ان يكون الطريق مشروعة وما يفضى اليه مشروع...... ان يحتال على التوصل الى الحق او على دفع الظلم بطريق مباحة لم توضع موصلة الى ذالك بل وضعت لغيره فيتخذها هو طريقاً الىٰ هذا المقصود الصحيح او قد يكون قد وضعت له لكن تكون خفية ولا يفطن لها۔ (٧)

ترجمہ: حیل محرمہ: اس کے تین اقسام ہیں، پہلا یہ کہ حیلہ حرام ہو اور اس کے ذریعہ حرام کے ارتکاب کا ارادہ ہو۔ دوسرا یہ کہ طریق اپنی ذات کے اعتبار سے مباح ہو لیکن اس کے ذریعہ حرام کے ارتکاب کا ارادہ ہو تو وہ طریق بھی حرام ہو جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ وہ طریق حرام کی طرف مفضی ہونے کے لئے وضع نہ ہو بلکہ مشروع کی طرف

مفضی ہونے کے لئے وضع ہو۔ حیل مباح: حیلہ مباح یہ ہے کہ طریق بھی مشروع ہو اور جس چیز کی طرف وہ مفضی ہو رہا ہے وہ بھی مشروع ہو...... کہ حق تک پہنچنے یا ظلم کو دفع کرنے کے لئے ایسا مباح حیلہ کرے جو اسی کے لئے وضع نہ ہو بلکہ وہ غیر کے لئے وضع ہوا اور وہ اس کو اس مقصود صحیح تک پہنچنے کے لئے طریق بنالے اور کبھی اسی کے لئے وضع ہوا ہو لیکن وہ مخفی ہوتا ہے جس کو وہ نہیں سمجھتا۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے حیل شرعی کی دو قسمیں بیان کی ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

''حیل شرعی کی دو قسمیں ہیں، ایک جائز حیلے، دوسرے وہ شرعی حیلے جن میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جائز حیلہ شرعی کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک ایسے شرعی ضابطے کو جو مخصوص موقع کے لئے وضع کیا گیا ہو، بدل کر دوسرے موقع پر کیا جائے اور یہ عمل صرف اثبات حق یا دفع ظلم یا ضروری سہولت بہم پہنچانے کی غرض سے اختیار کیا جائے۔ چونکہ اس قسم کی حیلہ گری شرع کے منشاء کو نقصان نہیں پہنچاتی اس لئے یہ تمام مذاہب اسلامیہ کی رو سے جائز ہے۔ حیلہ شرعی کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شرعی قاعدے کو بدلنے کے لئے ایسا حیلہ اختیار کیا جائے جو بظاہر تو صحیح معلوم ہو لیکن دراصل غلط ہو۔ ایسے حیلے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ فقہائے حنفیہ اور بعض فقہائے شافعیہ نے دوسری قسم کا شرعی حیلہ اختیار کرنے میں رواداری سے کام لیا ہے اور اس کی مثالیں کتب فقہ کے اکثر ابواب میں مذکور ہیں۔ مثلاً شرع اسلامی کا ایک مشہور اصولی قاعدہ ہے کہ مرنے والے کو کسی ایک وارث کے حق میں دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر کوئی وصیت کرنی جائز نہیں۔ اس قاعدے کی رو سے مذہب حنفی میں مرنے والے کا کوئی ایسا اقرار معتبر نہ ہوگا جو اس نے اپنے مرض الموت میں کسی وارث کے قرضے کے متعلق دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر کیا ہو، کیونکہ یہ اقرار وصیت شمار ہوگا۔ یہاں یہ شرعی حیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ مرنے والا ایک اجنبی اور معتبر شخص کے قرضے کا اقرار کرلے، پھر اجنبی متوفی کے ترکے میں سے قرضہ وصول کر کے وارث کو دے دے۔ جبکہ امام شافعیؒ حیل شرعی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح امام مالکؒ اور امام احمد ابن احمدؒ، نیز ان کے مقلدین نے اس قسم کے تمام شرعی حیلوں کو حرام قرار دیا ہے۔ جن فقہاء کے نزدیک شرعی حیلے جائز نہیں، وہ بطور دلیل شریعت کا ایک اصولی قاعدہ پیش کرتے ہیں کہ احکام شرع کا مقصد رفاہیۃ عامہ ہے لہٰذا ان ذرائع کا سد باب کرنا واجب ہے جن سے یہ مقصد فوت ہو جائے۔ پس اگر شریعت کے کسی حکم کا نصب العین فلاح عام ہو اور اسی کے اطلاق سے بچنے کے لئے حیلے تراشے جائیں تو یہ ایک قسم کا تناقض ہوگا جو جائز نہیں۔ لہٰذا جو لوگ شرعی منشاء کے خلاف عمل کرتے ہیں ان کی حیلہ گری شریعت کی روح کو نظر انداز کر کے اس کے حقیقی مقصد کو چھوڑ دینے کے مترادف ہوگی، اور یہ ایک ایسا ناموزوں فعل ہے جو شارع کو ہرگز پسند نہیں، بلکہ وہ تو دنیاوی بادشاہوں کی سیاست کے لئے بھی قابل پذیرائی نہیں کیونکہ اگر کوئی بادشاہ اپنی فوج یا

اپنی رعایا یا اپنے اہل وعیال کو کسی کام سے منع کرے، پھر انہیں اس کام کی راہیں پیدا کرنے کی اجازت دے دے تو یہ ایک متناقض عمل شمار ہوگا اور اس کی رعایا وفوج سے ایسا کام سرزد ہوگا جو بادشاہ کے نصب العین کے بالکل مخالف ہوگا۔ اسی طرح اطباء چونکہ مرض کا ازالہ چاہتے ہیں اس لئے مریض کو ایسے تمام کاموں سے روکتے ہیں جن سے مرض کو تقویت پہنچے ورنہ مریض کی صحت یابی کا مقصد کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ پس اس شریعت کاملہ کے بارے میں کیا رائے ہونی چاہئے جس میں فلاح انسانی اور کمالات انسانی کا قرار واقعی سامان موجود ہو۔''(۸)

حیلہ کا جواز اور حدود:

حیلہ کے جواز کے متعلق علماء احناف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا حیلہ کرنا جس کے ذریعے سے آدمی اپنے آپ کو حرام کام یا چیز سے دور رکھے یا اس کے ذریعے سے حلال چیز تک پہنچ جائے تو ایسا کرنا نیک اور اچھا کام ہے اور اس کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایسا حیلہ کرنا جس سے کسی دوسرے شخص کا حق دبایا جائے یا حق سے بے حق کیا جائے یا اس میں شبہ پیدا کیا جائے، یا ناجائز اور باطل کام یا متشبہ چیز کو صحیح اور سچ کرنے کا ذریعہ بنایا جائے تو ایسا حیلہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ شیخ محمد عثمان غنی، نصر الباری میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

۱۔ اگر حیلہ سے مقصود کسی حق کا ابطال یا کسی باطل کا اثبات ہو تو یہ حیلہ بالاتفاق حرام ہے۔

۲۔ اگر حیلہ سے حق کو ثابت کرنا اور باطل کو دفع کرنا مقصود ہو تو کبھی واجب ہوتا ہو، کبھی مستحب۔

۳۔ اگر کسی ناپسندیدہ چیز میں واقع ہونے سے بچنے کے لئے حیلہ کیا جائے تو یہ کبھی مستحب ہوتا ہے اور کبھی مباح۔

۴۔ اگر کسی مستحب کو ترک کرنے کے لئے حیلہ کیا جائے تو یہ حیلہ مکروہ ہے۔(۹)

صابونی، تفسیر آیات الاحکام میں حیلہ کے جواز کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

الحد المقبول من الحیل الشرعیة التی توصل الی ما یجوز فعله وتدفع المکروہ عن نفسه وغیرہ، اما الحیل التی یتوصل بها الی الهرب من فرائض اللّٰہ والتخلص مما اوجبه اللّٰہ علی الانسان، فهذہ لایقبلها ذوقلب سلیم ولا یقرها مسلم عاقل، لان فرائض اللّٰہ انما فرضت لنودی، والواجبات انما شرعت لتقام علی وجه الارض، لا تکون طریق اللتلاعب فی احکام اللّٰہ۔(۱۰)

ترجمہ: حیلہ شرعی کی قابل قبول تعریف یہ ہے کہ حیلہ کے ذریعے جائز کاموں تک رسائی اور ناپسندیدہ افعال کو اپنے اور دوسروں سے دفع کرنا ہے، البتہ وہ حیلے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فرائض سے فرار اور ان کے واجبات سے نجات حاصل کی جائے، تو ایسے حیلوں کو سلیم القلب شخص قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی مسلمان اسے مان لے

گا، کیونکہ فرائض کو اللہ تعالیٰ نے اسی لئے لازم کیا ہے کہ انہیں ادا کیا جائے، اور واجبات کو اسی لئے مشروع کیا ہے کہ انہیں روئے زمین پر نافذ کی جائے، اس لئے نہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احکام میں کھیل تماشہ کا راستہ کھولا جائے۔

عالمگیری میں اس سلسلے میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

مذهب علمائنا رحمهم الله تعالىٰ أن كل حيلة يحتال بها الرجل لابطال حق الغير أو لادخال شبهة فيه أو لتمويه باطل فهي مكروهة و كلّ حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها الىٰ حلال فهي حسنة۔ (۱۱)

ترجمہ: ہمارے علماء (امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب) کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ جس کو آدمی اس واسطے کرتا ہے کہ اس سے حق غیر باطل ہو جائے یا اس میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہے تو وہ مکروہ ہے۔ اور ہر وہ حیلہ جس کو اس غرض سے کرتا ہے کہ حرام سے خلاصی ہو یا اس کے وسیلہ سے حلال تک پہنچ جائے یعنی حلت حاصل ہو تو یہ جائز ہے۔

قرآن وحدیث سے استدلال:

اس قسم کے حیل کے جواز کے لئے اصل شرعی مندرجہ ذیل آیات قرآنی ہیں، ارشادِ خداوندی ہے کہ:

فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في رحل اخيه ثم اذّن مؤذن ايتها العير انكم لسارقون ○ (۱۲)

ترجمہ: پھر جب تیار کر دیا ان کے واسطے اسباب ان کا، رکھ دیا پینے کا پیالہ اسباب میں اپنے بھائی کے، پھر پکارا پکارنے والے نے، اے قافلہ والو! تم تو البتہ چور ہو۔

آیت مذکورہ میں اس کا بیان ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لینے کے لئے یہ حیلہ اور تدبیر اختیار کی کہ جب سب بھائیوں کو قاعدہ کے موافق غلہ دیا گیا تو ہر بھائی کا غلہ ایک مستقل اونٹ پر علیحدہ علیحدہ نام بنام رکھا گیا۔ بنیامین کے لئے جو غلہ اونٹ پر لادا گیا اس میں ایک برتن چھپا دیا گیا، اس برتن کو قرآن کریم نے ایک جگہ بلفظ ''سقایه'' اور دوسری جگہ ''صواع الملك'' کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس طریقہ کار کا مقصد یہی تھا کہ حضرت یوسفؑ اس طرح کے حیلہ سے اپنے بھائی بنیامین کو روک سکتے تھے۔ یہاں جو سوالات اٹھتے ہیں کہ یہ تو بے گناہ بھائیوں پر چوری کا الزام لگانا ہے یا جعلسازی کے ذریعے خفیہ طور پر کسی کے سامان میں کوئی چیز رکھنا ہے یا سب بھائیوں کو سرعام رسوا کرنا ہے یا ایک بیٹے کے مفارقت کے بعد دوسرے کے فراق سے والد ماجد یعنی حضرت یعقوبؑ کو صدمہ پہنچانے کے مترادف ہے وغیرہ۔ ان سب سوالات کا جواب مختلف مفسرین کرام مثلاً قرطبیؒ اور

مظہریؒ وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ اس واقعے میں جو کچھ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے وہ نہ بنیامین کی خواہش تھی، نہ ہی حضرت یوسفؑ کی اپنی تجویز، بلکہ یہ سب کام بامر خداوندی اسی کے حکمت بالغہ کے مظاہر تھے جن میں حضرت یعقوبؑ کے ابتلاء وامتحان کی تکمیل ہو رہی تھی۔

اس جواب کی طرف خود قرآنِ کریم کی اس آیت میں اشارہ موجود ہے کہ:

كذلك كدنا ليوسف۔ (۱۳)

ترجمہ: یوں داؤ بتایا ہم نے یوسفؑ کو۔ یعنی ہم نے اسی طرح تدبیر کی یوسفؑ کے لئے اپنے بھائی کو روکنے کی۔

اس آیت میں واضح طور پر اس حیلہ وتدبیر کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ سب کام جبکہ بامر خداوندی ہوئے تو ان کو ناجائز کہنے کی کوئی معنی نہیں رہتے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ میں کشتی توڑنا، لڑکے کو قتل کرنا وغیرہ جو بظاہر گناہ تھے، اسی لئے موسیٰؑ نے اس پر نکیر کیا مگر حضرت خضرؑ یہ سب کام باذن خداوندی خاص مصالح کے تحت کر رہے تھے اس لئے ان کا کوئی گناہ نہ تھا۔ مذکورہ آیت سے یہ حکم بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شرعی مصلحت کی بناء پر معاملہ کی صورت میں کوئی ایسی تبدیلی اختیار کرنا جس سے احکام بدل جائیں، جس کو فقہاء کی اصطلاح میں ''حیلہ شرعیہ'' کہا جاتا ہے یہ شرعاً جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس سے شرعی احکام کا ابطال لازم نہ آتا ہو، ورنہ ایسے حیلے باتفاق فقہاء حرام ہیں جیسے زکوٰۃ سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ کرنا یا رمضان سے پہلے کوئی غیر ضروری سفر صرف اس لئے اختیار کرنا کہ روزہ نہ رکھنے کی گنجائش نکل آئے یہ باتفاق حرام ہے، ایسے ہی حیلے کرنے پر بعض اقوام پر عذابِ الٰہی آیا ہے اور حضور ﷺ نے ایسے حیلوں سے منع فرمایا ہے اور باتفاق امت حرام ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے کوئی کام جائز نہیں ہو جاتا بلکہ دوہرا گناہ لازم آتا ہے، ایک تو اصل ناجائز کام کا، دوسرے یہ ناجائز حیلہ جو ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ چالبازی کا مترادف ہے۔ (۱۴)

آیات مذکور سے فقہاء ومفسرین نے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی جائز غرض کے حصول کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے، البتہ ابطال حق یا احقاق باطل کے لئے ناجائز ہے، جیسا کہ امام جصاص لکھتے ہیں کہ:

وفيما حكى الله تعالىٰ من امر يوسف وما عمل به اخوته في قوله (فلما جهزهم بجهازهم) الىٰ قوله (كذلك كدنا ليوسف) دلالة علىٰ اجازة الحيلة في التوصل الى المباح واستخراج الحقوق وذالك لان الله تعالىٰ رضى ذالك من فعله ولم ينكره۔ (۱۵)

ترجمہ: اس آیت میں حضرت یوسفؑ کا معاملہ اور بھائیوں کے ساتھ ان کے حسن سلوک کا جو ذکر فرمایا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مباح چیز تک رسائی اور دیئے ہوئے حقوق کو برآمد کرنے کے لئے حیلہ اختیار کرنا جائز ہے، وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی تدبیر پر انہیں نہیں ٹوکا بلکہ اس کی رضامندی حضرت یوسفؑ کے شامل حال رہی۔

ابن العربی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

فیہ جواز التوصل الاغراض بالحیل اذا لم تخالف شریعة ولا ھدمت اصلاً۔(۱۶)

ترجمہ: اس آیت میں حیلوں کے ذریعے مقاصد کو پہنچنے کا جواز پایا جاتا ہے، جب یہ شریعت کے مخالف نہ ہو اور نہ اصل کو منہدم کرتا ہو۔

الکیا طبری الہراسوی اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

فیہ دلیل علیٰ جواز الحیلة فی التوصل الی المباح وما فیہ من العظة والصلاح واستخراج الحقوق۔(۱۷)

ترجمہ: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایک مباح چیز تک رسائی اور ایک ایسی چیز کی طرف جس میں وعظ و بھلائی موجود ہو اور اسی طرح حقوق حاصل کرنے کے لئے حیلہ اختیار کرنا جائز ہے۔

جواز حیلہ کے لئے اسی طرح ارشاد خداوندی ہے کہ:

خذ بیدك ضغثاً فاضرب به ولا تحنث۔(۱۸)

ترجمہ: اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مارے اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہو۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

وکثیر من الناس استدل بها علی جواز الحیل وجعلها اصلاً بصحتها وعندی ان کل حیلة اوجبت ابطال حکمة شرعیة لا تقبل کحیلة سقوط الزکوٰة وحیلة سقوط الاستبراء وھذا کالتوسطة فی المسئلة۔(۱۹)

ترجمہ: بہت سے علماء نے اس آیت سے حیلوں کے جواز پر استدلال کیا ہے اور اس کو تمام حیلوں کی صحت کا اصل کہا ہے، اور میرے نزدیک حقیقت میں ایسا نہیں ہے جس حیلہ میں کسی مقصود شرعی کا ابطال لازم آئے وہ جائز نہیں جیسا کہ زکواۃ کو ساقط کرنے اور استبراء کو ساقط کرنے کیلئے حیلہ کیا جائے، اور یہی اس مسئلے میں اعتدال ہے۔

مفسرین نے اس کا واقعہ یا شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ایوبؑ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے امتحانات میں مبتلا ہو گئے تھے، یعنی وہ جانی اور مالی سخت نقصان میں ڈال دئے گئے تھے،

''تو ایک بار شیطان ایک طبیب کی شکل میں حضرت ایوبؑ کی بیوی کو ملا تھا، اسے انہوں نے طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی، اس نے کہا اس شرط سے کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے اس کو شفاء دی، میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔ انہوں نے حضرت ایوبؑ سے ذکر کیا، انہوں نے فرمایا بھلی مانس وہ تو شیطان تھا میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفاء دیدے تو میں تجھ کو سو ۱۰۰ قمچیاں ماروں گا، پس آپ کو سخت رنج پہنچا اس سے کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا

ہے جو ظاہراً موجب شرک ہے گو تاویل سے شرک نہ ہوں۔'' (۲۰)

بہر حال حضرت ایوبؑ نے اپنی پاک دامن اہلیہ سے اس بدگمانی کی بناء پر سو ۱۰۰ چھڑیں مارنے کی قسم کھالی تھی، مگر حق تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہیں حقیقت حال سے واقف اور ان کی اہلیہ کو بے قصور جانتے تھے اس لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم میں جھوٹا ہونے سے بچانے اور لوگوں کو اہلیہ کی بے قصوری ثابت کرنے کے لئے حکم دیا کہ سو ۱۰۰ شاخوں والے گچھے (مثل جاڑو) سے اپنی اہلیہ کو اس طرح سے ماریں کہ سب ان کے بدن سے لگ جائیں تو وہ قسم میں حانث نہ ہوں گے۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کیا گیا تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ جیسے کہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

وقال بعضهم ان الحكم كان عاماً ثم نسخ والصحيح بقاء الحكم۔ (۲۱)

ترجمہ: اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حکم عام تھا پھر منسوخ ہوا، اور صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم باقی ہے۔

اور اسے منسوخ کیوں کہا جائے؟ حالانکہ کتاب الحدود، باب الزناء میں ایک انتہائی کمزور شخص کو زناء کی وجہ سے سو کوڑے مارنے کے موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی جیسا حکم فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

عن سعيد بن سعد بن عبادةؓ قال كان بين ابياتنا رجل مخدج ضعيف فلم يرع الا وهو على امة من اماء الدار يخبث بها فرفع شانه سعد بن عبادةؓ الى رسول الله ﷺ، فقال اجلدوه ضرب مأة سوط قالوا يانبى الله هو اضعف من ذالك لو ضربناه مأة سوط مات، قال فخذوا له عشكالا فيه مائة شمراخ فاضربوه ضربة واحدة۔ (۲۲)

ترجمہ: حضرت سعد بن سعید بن عبادہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہمارے محلے میں ایک شخص فطرتاً انتہائی کمزور تھا اور اس نے ایک عورت سے زناء کرلیا تو حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس واقعے کو بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اسے سو کوڑے مارو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ بہت ہی کمزور ہے اگر ہم اس کو سو کوڑے ماریں گے تو وہ اس سے مر جائے گا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا سو قمچیوں کا ایک گچھا باندھ کر ایک بار اسے مار دو۔

لیکن اس طرز میں مفسرین فقہاء اس شرط کو شامل کرتے ہیں کہ اس گچھا کے مارنے سے اسے تکلیف بھی پہنچے ورنہ مقصود جو ضرب للتأدیب ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ جیسا کہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

لكن شرطوا فى ذالك ان يصيب المضروب كل واحدة من المائة اما باطرافها قائمة او باعراضها مبسوطة على هيئة الضرب، وقال الخفاجى انهم شرطوا فيه الايلام اما مع عدمه بالكلية فلا، فلو ضرب سوط واحد له شعبتان خمسين مرة من حلف على ضربه مائة بر اذا تالم، فان لم يتألم لايبرولو ضربه مائة لأن الضرب وضع لفعل مؤلم بالبدن بآلة التأديب۔ (۲۳)

ترجمہ: لیکن اس کے ساتھ اس شرط کا اضافہ ہے کہ مارے جانے والے کو سو ۱۰۰ کے سو خوشے لگنے چاہیے، طولاً ہو یا عرضاً۔ علامہ خفاجی نے تکلیف پہنچنے کی شرط لگائی ہے چنانچہ اگر بالکل تکلیف نہ پہنچے تو شرط پوری نہ ہوئی۔ چنانچہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کو تکلیف دینے والے سو ۱۰۰ کوڑے مارے گا اور اس نے پچاس ۵۰ کوڑے ایسے مارے جس کے دو دھار تھے اور اس شخص کو تکلیف بھی پہنچی تو وہ بری ہو جائے گا، لیکن اگر اس کو تکلیف نہ پہنچی تو وہ بری نہ ہوگا اگر چہ سو ۱۰۰ کوڑے مارے، کیونکہ مارنے کا اصل مقصد کسی تأدیبی آلہ کے ذریعے کسی کو تکلیف پہنچانا ہے۔

اب اگر پھر بھی کوئی شخص اس فرمان خداوندی کو کسی دلیل کے بغیر منسوخ ہونے کا قائل ہو جائے تب بھی ایسی حدیث اس کے جواز اور ثبوت کے لئے کافی ہے۔ بہر حال مذکورہ آیت کریمہ میں درج اس واقعہ سے متعلق چند مسائل واضح ہوئے۔

پہلا مسئلہ:

پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کو سو ۱۰۰ قمچیاں مارنے کی قسم کھالے اور بعد میں سو قمچیاں الگ الگ مارنے کی بجائے تمام قمچیوں کا ایک گھٹا بنا کر ایک ہی مرتبہ مار دے تو اس سے قسم پوری ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت ایوبؑ کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا، یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ لیکن جیسا کہ علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ اس کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس شخص کے بدن پر ہر قمچی طولاً یا عرضاً ضرور لگ جائے۔ دوسرا یہ کہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہو۔ اگر اتنے ہلکے سے قمچیاں بدن کو لگائی گئیں کہ بالکل تکلیف نہ ہوئی تو قسم پوری نہیں ہوگی۔ (۲۴) فتح القدیر میں درج ہے کہ:

اذا حلف ليضربنه مائة سوط فجمع مائة سوط وضربه بها مرّة لا يحنث لكن بشرط أن يصيب بدنه كلّ سوط منها، وذالك اما أن يكون بأطرافها قائمة أو بأعراضها مبسوطة والايلام شرط فيه أما عدمه بالكلية فلا۔ (۲۵)

ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھالی کہ میں اسے سو قمچیاں ماروں گا اور پھر سو ۱۰۰ قمچیوں کو جمع کر کے ایک ہی بار مارا تو وہ حانث نہیں ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ وہ سو کے سو اس کے بدن کو لگ جائیں یہ اس وقت ممکن ہے کہ یہ اطراف سے طولاً قائم یا عرضاً باندھے ہوئے ہوں، اس میں بدن کو تکلیف کا پہنچنا شرط ہے اگر تکلیف کلیۃً معدوم ہو تو پھر حانث ہوگا۔

دوسرا مسئلہ:

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ کسی نامناسب یا مکروہ بات سے بچنے کے لئے کوئی شرعی حیلہ اختیار کیا جائے تو وہ جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت ایوبؑ کے واقعہ میں قسم کا اصلی تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنی زوجہ مطہرہ کو پوری سو ۱۰۰ قمچیاں ماریں لیکن چونکہ ان کی زوجہ مطہرہ

بیگناہ تھیں اور انہوں نے حضرت ایوبؑ کی بے مثال خدمت کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت ایوبؑ کو ایک حیلہ کی تلقین فرمائی اور یہ تصریح کردی کہ اس طرح ان کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اس لئے یہ واقعہ حیلہ کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔(۲۶)

تیسرا مسئلہ:

تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نامناسب، غلط یا ناجائز فعل قسم کھالے تو قسم منعقد ہو جاتی ہے اور اس کے توڑنے پر بھی کفارہ آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں کفارہ نہ آتا تو حضرت ایوبؑ کو یہ حیلہ تلقین نہ فرمایا جاتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کسی نامناسب کام پر قسم کھالی جائے تو شرعی حکم یہ ہے کہ اسے توڑ کر کفارہ ادا کردیا جائے۔(۲۷) جیسے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیراً منها، فکفر عن یمینك و أت الذی هو خیر۔(۲۸)

ترجمہ: جو شخص ایک قسم کھالے پر بعد میں اس کی رائے یہ ہو کہ اس قسم کے خلاف عمل کرنا زیادہ بہتر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ وہی کام کرے جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ کہ احناف اور دیگر فقہاء کے یہاں جن حیلوں کے استعمال کا جواز ملتا ہے، ان سے فقہاء احناف کی مراد وہ حیلے نہیں ہیں جن سے شرعی احکام باطل ہو جاتے ہیں اور وہ مصالح فوت ہو جاتے ہیں جن کے لئے یہ احکام دیئے گئے ہیں، بلکہ ان حیلوں کا مقصد وہ راستے اور وسیلے تلاش کرنا ہے جن سے یہ مصالح پورے ہوں، نہ کہ شرعی احکام کی خلاف ورزی ہو۔ یعنی حیلے اسی وقت جائز ہوتے ہیں جبکہ انہیں شرعی مقاصد کے ابطال کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اور اگر حیلہ کا مقصد یہ ہو کہ کسی حقدار کا حق باطل کیا جائے یا کسی صریح فعل حرام کو اس کی روح برقرار رکھتے ہوئے اپنے لئے حلال کرلیا جائے تو ایسا حیلہ بالکل ناجائز ہے۔ مثلاً زکوٰۃ سے بچنے کے لئے بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال کے ختم ہونے سے ذرا پہلے اپنا مال بیوی کے ملکیت میں دیدیتے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی اسے شوہر کی ملکیت میں دیدیتے ہیں اور جب اگلا سال ختم ہونے کے قریب ہو تو پھر شوہر اس مال کو بیوی کو ہبہ کردیتا ہے، اس طرح کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایسا کرنا چونکہ مقاصد شرعیہ کو باطل کرنے کی ایک کوشش ہے اس لئے حرام ہے اور شاید اس کا وبال ترک زکوٰۃ کے وبال سے زیادہ بڑھ کر ہو۔ اس سلسلے میں علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

وعندی أن کل حیلة أوجبت ابطال حکمة شرعیة لا تقبل کحیلة سقوط الزکاة۔(۲۹)

ترجمہ: اور میرے نزدیک ہر وہ حیلہ جو حکمت شرعیہ کے ابطال کا سبب بنے اسے قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سقوط زکوٰۃ کا حیلہ۔

الحاصل حسن نیت اور صدق دل کے ساتھ حیلوں کے ذریعے اگر یہی بات مقصود ہو کہ اس طرح حرام اور گناہ کے کام سے بچنا ہے یا حلال اور ثواب کام کرنے کا یہ وسیلہ ہو، اور اس بات کا پورا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام کاموں اور نیتوں سے واقف اور عالم الغیب ہیں تو حیلہ کرنا جائز ہوگا اور اگر بدنیتی کے ساتھ فرائض و واجبات بھی ادا کئے جائیں تو وہ بھی عذاب میں مبتلا کرنے کے ذرائع اور ناجائز ہونگے۔ مثلاً نماز جو لوگوں کو دکھانے یا لوگوں کے دلوں میں اپنے آپ کو محترم ثابت کرنے کیلئے ہوں تو وہ بھی ناجائز ہوگی۔

اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ وھو المولیٰ الحق المبین

مراجع و مصادر

۱۔ المنجد فی اللغۃ، منشورات دار المشرق، بیروت، طبعۃ الخامسۃ والعشرون، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶۵۔

۲۔ سعدی ابوحبیب، القاموس الفقہی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ص ۱۰۶۔

۳۔ الجرجانی الحنفی ابوالحسن، علی بن محمد بن سید الزین الحسینی، کتاب التعریفات، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۶۸۔

۴۔ شیخ محمد عثمان غنی، نصر الباری اردو شرح صحیح بخاری، مکتبۃ الشیخ، کراچی، ج ۱۲، ص ۲۸۰۔

۵۔ الحموی، علامہ سید احمد بن محمد، شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر المسمی بہ غمز العیون البصائر، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۴ھ، الفن الخامس، الحیل، ج ۳، ص ۲۹۴۔

۶۔ شاطبی، ابراھیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار المعرفت، بیروت، کتاب الاجتہاد، المسألہ العاشرہ، ج ۴، ص ۲۰۱۔

۷۔ ابن القیم الجوزی، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الجیل، بیروت، ۱۹۷۲ء، ج ۳، ص ۳۳۴۔۳۳۵۔

۸۔ صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام مجلس ترقی ادب، لاہور، بار ہشتم، ۱۹۹۰ء، ص ۲۷۴۔۲۸۰۔

۹۔ بحوالہ بالا، شیخ محمد عثمان غنی، نصر الباری اردو شرح صحیح بخاری، ج ۱۲، ص ۲۸۰۔

۱۰۔ صابونی، محمد علی، روائع البیان تفسیر آیات الاحکام، مؤسسۃ الوفاء، ایران، ۱۳۷۱ھ ش، ج ۲، ص ۴۳۶۔۴۳۷۔

۱۱۔ علامہ شیخ نظام و جماعۃ من علماء الہند، الفتاوی العالمگیری، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ۱۹۸۳ء، ج ۶، ص ۳۹۰۔

۱۲۔ یوسف ۱۲:۷۰۔

۱۳۔ یوسف ۱۲:۷۶۔

۱۴۔ مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ج ۵، ص ۱۱۹۔

۱۵۔ جصاص، ابواحمد بن علی الرازی، احکام القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ج ۳، ص ۱۷۶۔

۱۶۔ ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، دار المعرفت، بیروت، ۱۹۷۲ء، ج ۳، ص ۱۱۰۰۔

۱۷۔ الکیا طبری الہراسوی، عماد الدین بن محمد، احکام القرآن، مطبع حسان، القاہرہ، ج ۴، ص ۱۴۸۔

۱۸۔ ص ۳۸:۴۴۔

۱۹۔ تھانوی، مولانا اشرف علی تفسیر بیان القرآن، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ج ۱۰، ص ۱۱۔

۲۰۔ بحوالہ بالا، مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ج ۷، ص ۵۲۰۔

۲۱۔ آلوسی، ابی الفضل شہاب الدین سید محمود، روح المعانی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲۳ ص ۲۷۶۔

۲۲۔ القزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ص ۱۸۵۔

۲۳۔ بحوالہ بالا، آلوسی، ابی الفضل شہاب الدین سید محمود، روح المعانی، ج ۲۳، ص ۲۷۶۔

۲۴۔ بحوالہ بالا، مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ج ۷، ص ۵۲۲۔

۲۵۔ ابن ھمام، شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۵، ص ۱۸۰۔

۲۶۔ بحوالہ بالا، مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، ج ۷، ص ۵۲۳۔

۲۷۔ ایضاً، ج ۷، ص ۵۲۳۔

۲۸۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲، ص ۹۸۰۔

۲۹۔ بحوالہ بالا، آلوسی، ابی الفضل شہاب الدین سید محمود، روح المعانی، ج ۲۳، ص ۲۷۷۔